

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188368

UNIVERSAL
LIBRARY

گارساں دتاسی

رسالہ ہندوستانی بابتہ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء

از ڈاکٹر محی الدین قادری زور ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

ہندوستانی اکیڈمی، صوبہ متحدہ، الہ آباد

گارساں دتاسی

از ڈاکٹر سید محی الدین قادری (ڈر ایم، اے - پی - ایچ - قی)

گارساں دتاسی اُردو ادب کا ایک قابل وقعت محسن ہے۔ اس کے احسان نہ صرف اس لیے یاد رکھیں گے کہ اس نے ہندستان سے دور ایک غیر ملک میں بیٹھ کر ہماری زبان اور ادب کی عمر بھر خدمت کی بلکہ اس لیے بھی کہ اس کے زمانے میں خود ہمارے ادیب اپنے علمی اور ادبی خزانوں کی صحیح قدر و قیمت سے ناواقف تھے، وہ پہلا شخص ہے جس نے اُردو ادب پر تحقیقات شروع کی۔ اس کے مصنفوں اور تصنیفوں پر نا قدرانہ نظر ڈالی اور فرانسیسی زبان میں ہندستانی ادب کی ایک مبسوط تاریخ لکھ کر تین جلدوں میں شایع کی۔

یہ گارساں دتاسی ہی تھا جو اُردو کے مایہ ناز قدیم شاعر ولی کے کمال سے سب سے پہلے واقف ہوا اور اس کے کلام کے متعدد نسخوں کے مقابلے کے بعد ایک قابل یادگار دیوان شایع کرایا۔ نہ صرف یہی بلکہ بہت کم اُردو داں اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس فرانسیسی محقق نے ہماری زبان اور ادب کے متعلق (۳۰) سے زیادہ کتابیں اور رسالے لکھے اور شایع کیے۔ اُردو ادبیات کی تمام تاریخ چھان ڈالیے بہت کم ادیب آپ کو ایسے ملینگے جنہوں نے اپنی زبان اور ادب میں اس قدر کام کیا ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت تک اُردو کے بعض رسالوں میں اس فرانسیسی محقق کی ایک دو کتابوں کا کچھ سرسری ذکر کیا گیا ہے۔ حیدرآباد دکن کے ایک رسالہ "تکنہ" میں چند سال قبل دتاسی کی معلومات کی بعض غلطیوں پر روشنی ڈالی گئی تھی اور انجمن ترقی اُردو کے رسالے میں اُس کے چند خطبوں کے اُردو ترجمے بھی

شایع ہوئے ہیں لیکن اس کی زندگی اور اردو سے متعلقہ کارناموں کی نسبت اب تک کسی قسم کی معلومات اردو تو کسی اور زبان میں بھی نہیں شایع ہوئی۔

اردو کی لسانی ساخت پر عملی تحقیقات کرنے کے سلسلے میں ۱۹۲۹ء میں جب میں نے دوبارہ یورپ کا سفر کیا تو فرانس میں ایک سال سے زیادہ قیام کرنے کا موقع ملا۔ وہاں کے متفرق کتب خانوں کے اردو مخطوطوں کا میں اپنے پہلے ہی سفر میں مطالعہ کرچکا تھا اور اسی ضمن میں گارساں دتاسی کی ہندستانی زبان کے متعلق اس قدر فرانسیسی کتابیں نظر سے گزری تھیں کہ ان پر کچھ لکھنے کو بے اختیار جی چاہتا تھا۔ چنانچہ اس دوسرے سفر میں چھتہوں وغیرہ میں جس قدر موقع مل سکا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی گئی اور آخر کار اس قابلِ عظمت محقق کی نسبت جو کچھ معلومات حاصل ہو سکیں ان کا ایک مختصر سا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:—

علمی نشو و نما

دتاسی فرانس کا مشہور بلدرگاہ مار سیل میں سنہ ۱۷۹۳ء میں پیدا ہوا۔ علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد جب مشرقی زبانوں کا شوق اُبھرا تو تیئیس سال کی عمر میں وہ سنہ ۱۸۱۷ء میں پیرس پہونچا جہاں موسیو سالوستر دی ساسی (M. Silvestre de Sacy) السنہ مشرقیہ کے پروفیسر کی حیثیت سے مشہور ہو چکا تھا۔ دتاسی نے اس نوجوان کا پدرانہ شنقت کے ساتھ خیر مقدم کیا اور اس قدر خلوص اور توجہ کے ساتھ تعلیم دی کہ گارساں دتاسی نے بہت جلد عربی اور ترکی زبانوں پر دسترس حاصل کر لی۔ ان زبانوں سے اس نے فرانسیسی میں جو اعلیٰ درجے کے ترجمے کیے ہیں وہ اس امر کے شاہد ہیں کہ دتاسی اپنے شاگرد

کو کامیاب بنانے میں کس خلوص کے ساتھ مصروف تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ گارساں دتاسی کے دل میں اپنے اُستاد کی شفقت اور خلوص کی یاد آخر عمر تک تازہ رہی۔

عربی اور ترکی زبانوں کی تحصیل ہی کے دوران میں دتاسی کو فارسی کا شوق پیدا ہو گیا۔ اور فارسی ادب نے اس کو اِس قدر لُبھایا کہ اس زمانے میں اس نے دو تین فارسی کارناموں کا بھی فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا۔ ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر ”منطق الطیر“ کا ترجمہ ہے۔ اس ترجمے کے ساتھ دتاسی نے اس کتاب پر ایک مقدمہ بھی شایع کیا جس میں اس نے ”ایرانیوں کی فلسفیانہ اور مذہبی شاعری“ پر بحث کی ہے۔

غالباً فارسی کتابوں ہی کے مطالعہ سے دتاسی کو تصوف کا شوق پیدا ہوا اور یہ وہ شوق ہے جو ایک دفعہ پیدا ہو جانے کے بعد بہت کم درجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ دتاسی بھی اس میں اِس قدر محو ہو گیا کہ تمام عمر صوفیاء کے عقائد اور انہی سے متعلقہ مسائل کا مطالعہ کرتا رہا۔ اور شاید اس کا یہی شوق تصوف تھا جس نے اس کو ہندستانی مصنفین کی طرف متوجہ کیا اور جس کی وجہ سے اس نے نہ صرف ہندستانی سیکھ لی بلکہ اس پر قابل وقعت کام کیے۔

اردوے شغف اور دیوان ولی

راقم نے دتاسی اور اس کے کارناموں کی نسبت جو معلومات بہم پہنچائی ہیں ان کے مطابق میر تقی میر کی مثنوی ازدر نامہ ان چند اردو کتابوں میں سے ہے جو ابتدا میں دتاسی کو پسند آئیں۔ اور جن کا فرانسیسی زبان میں اس نے ترجمہ کیا۔ میر کی اس مثنوی کا فرانسیسی

ترجمہ ۱۸۲۶ء میں "Paris Conciles aux mauvaise poets" (Doudey-Dupre) کے نام سے شایع ہوا۔

جب دتاسی کے استاد سلوسٹر دتاسی نے دیکھا کہ اسکا قابل فخر شاگرد ہندستانی ادبیات کا ماہر ہو کر اس میں اس قدر دلچسپی لے رہا ہے تو اس نے حکومت سے درخواست کی کہ مدرسۃ السنۃ مشرقیہ میں ہندستانی زبان و ادب کے لیے بھی ایک پروفیسری کی جگہ قائم کی جائے چنانچہ مرسیو دمارتگ ناک (M. de Martignac) کے مختصر سے عہد وزارت میں مشہور مستشرق کی یہ سفارش منظور کر لی گئی اور دتاسی سنہ ۱۸۳۸ء میں ہندستانی کا پروفیسر ہو گیا۔ اس خدمت کو حاصل کرنے کے بعد سب سے پہلے دتاسی نے اپنے شاگردوں کی شہرت کے لیے ہندستانی زبان کا ایک قاعدہ مرتب کیا جو سنہ ۱۸۲۹ء میں Rudiment de la langue Hindoustanie کے نام سے شایع ہوا۔ تین چار سال بعد دتاسی نے اس قاعدے کا ایک ضمیمہ لکھنے کی ضرورت محسوس کی چنانچہ یہ ضمیمہ بھی ۱۸۳۳ء میں شایع ہو گیا۔

طالب علموں کی ضرورتوں کو پورا کرتے رہنے کے ساتھ ساتھ دتاسی اپنے ذوق کے مطابق اردو شہ کاروں کے مطالعہ میں بھی مصروف تھا۔ چنانچہ انہیں دو تین برسوں میں وہ کلیات واپی پر کام کرتا رہا۔ اس شاعر کا نام اس کو اس قدر پسند آیا کہ اس نے ہندستان سے اس کے متعدد قلمی نسخے منگائے۔ ان کا ایک دوسرے سے مقابلہ کیا اور عرصہ دراز کی محنت کے بعد ایک قابل قدر دیوان مرتب کیا جو سنہ ۱۸۳۳ء میں پیرس کے شاہی کتب خانے سے شایع ہوا۔

اس کلم میں دتاسی نے جس توجہ اور دلچسپی کو ملحوظ رکھا اس کا اندازہ دیوان واپی کے ان صفحاتوں کی طویل فہرست کے مطالعہ سے

ہو سکتا ہے جو دتاسی نے جگہ جگہ سے ملنا کر جمع کیے تھے اور جن کا تذکرہ آئندہ صفحات میں دکنی منخطوطوں کے سلسلے میں پیش کیا گیا ہے۔

۲ دتاسی کا کلیات ولی کئی حیثیتوں سے قابل قدر ہے اس کے ذریعہ سے دتاسی نے نہ صرف ایک حقیقی شاعر کو صحیح عظمت اور مقبولیت سے روشناس کیا بلکہ اردو دنیا کے لیے قدیم شاعروں کے کلام کو سلیقہ سے ترتیب دینے کا ایک لایق تقلید نمونہ بھی پیش کیا لیکن اس نمونے کے باوجود بھی اردو کے بہت کم شاعروں کے کلام اس احتیاط اور توجہ کے ساتھ شایع کیے گئے ہیں۔

۳ جہاں دتاسی ولی جیسے عظیم الشان شاعر کے کلام میں متحو تھا ایک اور اردو کتاب بھی اس کے زیر مطالعہ تھی۔ یہ تحسین الدین کی مثلوی ”کامروپ“ ہے۔ اس کتاب کی طرف دتاسی کی توجہ غالباً اسی سے مدعطف ہوئی کہ وہ ایک طویل مسلسل نظم تھی اور یہ وہ چیز ہے جس کی ولی کے یہاں کمی تھی۔ چنانچہ دتاسی نے کامروپ کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا اور یہ ترجمہ بھی سنہ ۱۸۳۴ع میں شایع ہوا۔

۴ اس کام کی خوبی اور مقبولیت کا اس واقع سے اندازہ ہوگا کہ اس ترجمے کی اشاعت کے بعد ایک سال کے اندر دتاسی اصل اردو کامروپ کو شایع کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس کے بھی اس فرانسیسی محقق نے کئی قلمی نسخے جمع کئے تھے۔ یہ کتاب پیرس کے شاہی کتب خانے سے سنہ ۱۸۳۵ع میں چھپ کر نکلی۔ اس سال دتاسی نے اردو کی ایک اور مسلسل کتاب گل بکاؤلی کا فرانسیسی زبان میں خلاصہ شایع کیا۔

تاریخ ادبیات ہندوی و ہندستانی

ان ابتدائی کاموں کے بعد دتاسی کو اردو ادب کا خاصا ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ اس اثنا میں اس نے ہندستانی مصنفین کی بہت سی کتابیں اور تقریباً جملہ تذکرے اپنے کتب خانے میں جمع کر لیے تھے جو انگریز یا فرانسیسی ہندستان آتے تھے دتاسی ان سے مراسلت کر کے اردو مخطوطے اور مصنفین کے حالات طلب کیا کرتا چنانچہ اس مضمون کے آخری حصے کے مطالعے سے واضح ہوگا کہ اس سلسلے میں اس زمانے کے تمام مستشرقین سے اس کی شناسائی ہو گئی تھی۔ نیز ہندستانی ادبیات کی ضمن میں تیس چالیس یورپین افراد سے اس کو تعلق رہا ہے۔

خوش قسمتی سے دتاسی کی کاوشیں اکثر دفعہ کارگر ہوئیں۔ اس کا گھر ہندستان کے شاہی اور دوسرے عالی شان کتب خانوں کے بعض اچھے اچھے مخطوطوں یا ان کی نقلوں سے مالا مال ہو گیا۔ مطبوعہ کتابیں اس کے ہاں بطور تحفہ آنے لگیں اور بعض دفعہ اس کے لیے اس کے دوستوں نے خود مصنفین سے ان کے حالات دریافت کر کے روانہ کیے۔

ان تمام سہولتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ دتاسی نے چار پانچ سال کی محنت کے بعد ہندستانی ادب کی ایک تاریخ مرتب کرنے میں کامیاب ہو گیا جو سنہ ۱۸۳۹ء میں ”تاریخ ادبیات ہندوی و ہندستانی“ کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں پیرس کے شاہی کتب خانے سے شایع ہوئی۔ یہ تاریخ نہ صرف یورپی زبانوں میں اس موضوع پر اہم قسم کی پہلی چیز تھی بلکہ خود اردو میں بھی اس طرح کا کوئی کام اس وقت تک نہیں کیا گیا تھا۔ یہ واقعی ایک حیرت کی بات ہے کہ ایک غیر شخص ہماری زبان و ادب کی تاریخ لکھ کر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

دتاسی کا یہ کارنامہ دیوان ولی کی اشاعت سے بھی زیادہ اہم ہے۔

کو اس میں بعض جگہ غلطیاں دکھائی دیتی ہیں لیکن اس زمانے کی معلومات کے لحاظ سے ان غلطیوں کا پایا جانا ایک فطری بات تھی۔ جس قدر مواد اُردو تذکروں، مختصطوں کی اندرونی شہادتوں اور ادیب مستشرقین کے بیانات سے حاصل ہو سکا اس کو دتاسی نے خاص سلیقے اور خوبی سے ایک کارآمد کتاب کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔ ہمارے تذکرہ نویسوں کے مبالغہ آمیز بیانات اور مبہم اسالیب بیان اکثر دفعہ خود ہماری زبان کے اہل تحقیق ہی کو پریشان کر دیتے ہیں گارساں دتاسی تو ایک بالکل غیر ملک اور غیر طرز تمدن کا پروردہ تھا۔ اس کو ان کتابوں سے اصل مطلب اور کام کی باتیں حاصل کرنے میں جو دقت حاصل ہوئی ہوگی اس کا اندازہ ہم اُردو داں بہت کم کر سکتے ہیں۔

دتاسی کی کتاب کی سب سے زیادہ منفید خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک سائنٹیفک تاریخ ادبیات اُردو ہے۔ ہمارے تذکرہ نویس، شاعروں کے اصل حالات زندگی اور خصوصاً ان کی تاریخ پیدائش و وفات یا کتابوں کے سلیبی تصنیف کے اظہار میں ہمیشہ غافل رہے ہیں۔ دتاسی کو بھی اس کی بڑی سخت شکایت ہے۔ اس نے ضروری حالات اور معتبر تواریخ معلوم کرنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے اور ان تاریخوں وغیرہ کے لحاظ سے تو دتاسی کا یہ کام بے حد قابل قدر ہے۔

یہ کارنامہ ابھی اختتام تک نہیں پہنچا تھا کہ اُسکی اہمیت کا دتاسی کے ہم وطن ہم عصروں نے اندازہ لگا لیا۔ فرانسیسی علما اس کی مشکلات اور کام کی خوبی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ، تاریخ ادبیات ہندوی و ہندستانی، کی اشاعت سے ایک سال قبل ہی یعنی سنہ ۱۸۳۸ع میں گارساں دتاسی کو فرنچ آکیڈمی کا رکن بنا لیا۔ یہ وہ عزت ہے جو فرانس میں بہت کم ادیبوں اور محققوں کو اس عمر میں حاصل ہوتی ہے۔

دتاسی کی تاریخ ادب صرف فرانس ہی میں نہیں بلکہ انگریز مستشرقین

میں بھی قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئی چنانچہ اس کی اشاعت کے بعد ہی انہوں نے ہندستانیوں میں اس کے ترجمے کا خیال پیدا کیا اور آخر دہلی کالج کے پروفیسر مولوی کریم الدین نے اپنی کتاب طبقات الشعراء اسی فرانسیسی تاریخ کے ایک آزاد ترجمے کے طور پر شایع کی -

اس سلسلے میں مولوی کریم الدین اور دتاسی کے درمیان مراسلت بھی جاری ہو گئی چنانچہ دتاسی کے مخطوطوں میں سے ایک دو ایسے بھی ہمارے نظر سے گزرے ہیں جن کو مولوی کریم الدین نے اس محقق کے یہاں بطور تحفہ روانہ کیا تھا -

ہندی کا شوق اور افتتاحیہ خطبے

تاریخ کی اشاعت کے بعد دتاسی کچھ عرصہ تک درس و تدریس ہی میں مشغول رہا اور اس بات کی کوشش کی کہ ہندستانی کی دوسری شاخ ہندی پر اور زیادہ مہارت حاصل کر لے - اس نے اپنی تاریخ میں ہندی مصنفین کا بھی ذکر کیا ہے لیکن اب اس نے محسوس کیا کہ اس طرف اور بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے -

ساتھ ہی گارساں دتاسی نے اردو کام کو بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا چنانچہ سنہ ۱۸۴۵ء میں میان مسکین کے ایک مرثئے کا فرانسیسی ترجمہ شایع کیا اور اسی زمانہ میں گورنر جنرل لارڈ ایلن برو کے اس فرمان کا بھی ترجمہ چھپوایا جو مندر سومنات کے دروازوں سے متعلق شایع کیا گیا تھا -

ع پورس کے مدرسۃ السنۃ مشرقیہ میں ہندستانی کے ساتھ ساتھ دتاسی ہندی بھی پڑھا یا کرتا تھا لیکن فرانسیسی زبان میں اس کا کوئی قاعدہ نہیں تھا - چنانچہ یہ کام بھی دتاسی ہی کو کرنا پڑا - اور ہندستانی قواعد کی اشاعت کے اٹھارہ سال بعد سنہ ۱۸۴۷ء میں اس

نے وہ قاعدہٴ زبان ہندوی ۲۲ کے نام سے ایک کتاب شایع کی جو اپنے موضوع کے لحاظ سے بالکل نئی اور کار آمد چیز تھی -

ان تمام کاموں کے بعد دناسی کی شہرت ہندستان میں پھیل چکی تھی اور نہ صرف انگریز بلکہ ہندو اور مسلمان ادیب بھی اس کے یہاں اپنے کام تلتید و تبصرہ کے لیے روانہ کرنے لگے۔ اس طرح دناسی کی ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہوگئی۔ اور بغیر زیادہ کد و کاوش کے اس کے گھر ہندستانی ادبیات کا ذخیرہ جمع ہونے لگا۔

جب دناسی نے دیکھا کہ ہندستان سے مستقل طور پر معلومات حاصل کرنے کے ذریعے پیدا ہوگئے ہیں۔ تو اس نے ہر تعلیمی سال کے آغاز پر اپنے معمولی درسوں سے پہلے ایک خطبہٴ افتتاحیہ پڑھنا شروع کیا اس خطبے میں وہ سال گذشتہ کی جملہ ہندستانی ادبی اور علمی تحریکوں پر نظر باز گشت ڈالنا تھا۔ اس قسم کا پہلا خطبہ غالباً سنہ ۱۸۵۰ء میں شایع ہوا۔

دناسی کے یہ خطبے تاریخی حیثیت سے بے حد قیمتی ہیں۔ ان سے ہندستانی زبان و ادب کی سالانہ ترقی سن وار محفوظ ہوگئی ہے اور محققین کے لئے ایک نہایت مفید مواد حاصل ہوگیا ہے۔ خوش قسمتی سے ان میں سے بعض مطبوعہ خطبوں کے اردو ترجمے انجمن ترقی اردو کے رسالے میں شایع ہوچکے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے وہ لوگ جو فرانسیسی نہیں جانتے ان کی قدر و قیمت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ان خطبوں نے دناسی کے زمانے میں ہندستانی ادبیات کی حمایت و اشاعت کا بھی بہت کچھ کام کیا ہے۔ چنانچہ دناسی کی وفات کے بعد فرانسیسی اکیڈمی کے صدر نے مجلس میں سرکاری طور پر جب اس کے اوصاف بیان کیے تو دوران تقریر میں ان خطبوں

کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کے الفاظ کا اردو ترجمہ یہ ہے:—

”مدرسۃ السندۃ مشرقیہ کے پروفیسر کی حیثیت سے دناسی ہر سال اپنے لکچروں کو ایک خطبے سے شروع کرتے تھے جس میں وہ گذشتہ سال کی ادبی تحریکات ہند پر نظر ثانی کرتے۔ یہ تبصرہ اس قدر صحیح اور نکتہ ہونا تھا کہ اس کو نہ صرف اہل فرانس ہی پڑھتے بلکہ انگلستان، روس اور ہر اس جگہ کے لوگ جہاں مشرق سے دلچسپی لی جاتی، اس تبصرہ کا غور و خوض سے مطالعہ کرتے تھے خود ہندوستان میں ہمارے رفیق کار کی رائے کو بڑی وقعت سے دیکھا جاتا تھا“۔

عے اس اثناء میں دناسی کی نظر سے ایک اردو ڈرامہ گذرا، اور چونکہ وہ جانتا تھا کہ اردو ادب میں اس صنف کی قابل افسوس کمی ہے اس لئے اس ڈرامے کو اس نے غور سے پڑھا، اور نہ صرف یہی بلکہ اس کا فرانسیسی میں ترجمہ بھی کیا جو سنہ ۱۸۵۰ع میں شایع ہوا۔

اوپر یہ ذکر آچکا ہے کہ اس زمانے میں دناسی ہندی کی طرف بڑی متوجہ تھا۔ اس سلسلے میں یہاں یہ امر قابل اظہار ہے کہ سنہ ۱۸۵۲ع میں اس نے ”شکفتا ناک“ کا ایک فرانسیسی ترجمہ شایع کیا۔

دو سال بعد سنہ ۱۸۵۳ع میں دناسی نے ایک اور دلچسپ کام ختم کیا یعنی ”ہندوستان کی عورت شعرا“ پر اس نے ایک کتاب شایع کی جو پر موضوع کے لحاظ سے واقعی نئی چیز تھی۔

دوسرے ہی سال یعنی سنہ ۱۸۵۵ع میں دناسی کی ایک اور قابل قدر کتاب شایع ہوئی۔ جس کا نام ”ہندوستانی مہتممین اور ان کے کار نامے“ ہے۔ یہ کتاب گو ضخیم نہیں۔ لیکن تاریخ ادبیات اردو لکھنے والے کے لیے نہایت

مفید ہے۔ اور حوالہ جات کی کتابوں میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔

اس کے بعد کے دو برسوں میں اڈیچہ اس فرانسیسی محقق کی کوئی خاص کتاب شایع نہیں ہوئی لیکن یہ ملحوظ رہے کہ وہ ہرسال جو خطبہ افتتاحیہ پڑھا کرتا تھا وہ ساتھ ہی ایک رسالہ کی شکل میں شایع ہو جاتا تھا۔ اس موقع پر اس امر کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ فدرسنہ ۱۸۵۷ء کے بعد اس نے جو خطبہ لکھا وہ اس زمانہ کے قیامت خیز واقعات کا ایک ہم عصر تبصرہ ہونے کی وجہ سے نہایت قیمتی ہے۔

اس عرصے میں دناسی نہال چلد لاہوری کی کتاب ”تاج الملوک و بکاولی“ پر بھی کام کرتا رہا تو چنانچہ اس کا ترجمہ سنہ ۱۸۵۸ء میں شایع ہوا۔

سنہ ۱۸۶۰ء سے سنہ ۱۸۷۵ء تک

اب دناسی بہت بوڑھا ہو چلا تھا مگر اس کی علمی دلچسپیاں اور کام کاج برابر جاری تھے۔ اس کی عمر پینسٹھ سے زیادہ تھی جب اس نے سر سید احمد خاں کی مشہور کتاب ”آثار الصنادید“ کا فرانسیسی ترجمہ کرنا شروع کیا۔ اس کتاب کی موجودہ ادبی اور تاریخی اہمیت سے اہل نظر نا واقف نہیں ہیں۔ لیکن ستر برس پہلے ایک اجنبی پروفیسر کا ایسے بوڑھے میں اس کے ترجمے کا ارادہ کرنا ظاہر کرتا ہے کہ اس کتاب نے اس کو کس قدر متاثر کیا تھا اور یہ بھی کہ دناسی کا ذوق علم کس قدر اعلیٰ تھا کہ اس کتاب کو ترجمے کے لیے فوراً انتخاب کر لیا۔ یہ ترجمہ سنہ ۱۸۶۱ء میں پیرس کے شہنشاہی مطبع سے چھپ کر نکلا۔

دوسال بعد سنہ ۱۸۶۳ع میں دتاسی نے اپنے قدیم ”قاعدہ زبان ہندستانی“ پر نظر ثانی کر کے اس کی دوسری طبع شایع کی۔ یہ کتاب پہلی دفعہ سنہ ۱۸۳۳ع میں شایع ہوئی تھی۔ اور تیس سال کا درمیانی عرصہ درس و تدریس کے عملی تجربوں کے لحاظ سے کافی سبق آموز تھا، بعد کے چلند مہیٹے اردو ”اخوان الصفا“ کے اقتباسات کے ترجمے میں گزرے۔ اور یہ ترجمہ سنہ ۱۸۶۳ع میں شایع ہوا۔^۱

اس کے بعد پانچ چھ برس تک دتاسی نے کوئی نیا کام نہیں کیا البتہ سالانہ افتتاحیہ خطبہ تیار کرتا رہا جو ہر سال وسعت معلومات اور پختگی نقطہ نظر کی وجہ سے زیادہ پر لطف اور مزید ہوتے جاتے تھے۔

اس عرصہ میں ”تاریخ ادبیات ہندی و ہندستانی“ کو چھپے ہوئے تیس سال سے زیادہ گذر چکے تھے۔ اور درمیانی زمانے میں گارسان دتاسی کی معلومات طوفانی رفتار کے ساتھ ترقی کرچکی تھیں اس لحاظ سے ضروری تھا کہ وہ اس پر نظر ثانی کرتا۔ چنانچہ خوش قسمتی سے پچھتر برس کی عمر میں وہ یہ کام بھی کر سکا۔ اور اس کی تاریخ کی دوسری طبع^۲ اس دفعہ تین جلدوں میں ۱۸۷۰ع میں شایع ہوئی۔

اس طبع کے وقت وہ پروفیسر اور محقق کی حیثیت سے بے حد مشہور ہوچکا تھا۔ دنیا کے ہر مہذب ملک میں اس کے قدردان پیدا ہو گئے تھے۔ بادشاہوں کے درباروں سے اس کو بڑے بڑے خطابات عطا کئے گئے تھے۔ اس کی جماعتوں میں طالب علموں کی کثرت تھی اور اکثر نوجوان مستشرق اس کے اسی سال کے تجربوں اور معلومات سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اس کی اس مقبولیت کا اندازہ اس مضمون کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے جو فرانس کے ایک مشہور رسالہ ”صحنہ علماء“ (Journal des Savants) کے مئی سنہ ۱۸۷۵ع

کے نمبر میں شایع ہوا تھا۔ اس مضمون نگار کا نام 'بار تھیلپی سان ہلیر' (B. Saint-Hilaire) تھا وہ اپنے مضمون کو جن الفاظ میں ختم کرتا ہے ان کا اردو ترجمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے تاکہ دناسی کی نسبت اس کے ایک ہم عصر کی رائے معلوم ہو سکے:—

”آج پچاس برس کا عرصہ گذر گیا کہ دناسی اس کام (یعنی پروفیسری) کو نہایت خوبی اور کمال سے انجام دے رہے ہیں اور ان کے شاگردوں کی تعداد خاصی ہو گئی ہے“۔

آخری زمانہ

دناسی کی زندگی کے آخری سال کچھ کم مشغولیت میں نہیں گذرے۔ وفات سے ایک دو سال پہلے یعنی سنہ ۱۸۷۶ع میں اس نے ایک اور اہم کام ختم کیا۔ اس کی عمر بیاسی سال کی تھی جب اس کا یہ کارنامہ شایع ہوا۔ یہ کتاب ہندستانی، عربی، فارسی، اور ترکی مقبول عام نظموں، قولوں، اور تلمیحوں کے فرانسیسی ترجموں کا مجموعہ تھی۔ اس کی خوبی اور اہمیت کا اندازہ اس امر کے اظہار سے ہو سکتا ہے کہ یہ ایک ایسے مستشرق کی مسلسل محنت اور حصول معلومات کا نتیجہ ہے جس نے اپنی زندگی کا کل بہترین زمانہ یعنی ساتھ ساتھ سال اسلامی زبانوں، تہذیب اور ادبیات کے مطالعہ اور درس و تدریس میں گزار دیا۔

اس دلچسپ کتاب کی ترتیب کے ساتھ ساتھ دناسی ایک اور اہم علمی خدمت میں مشغول تھا۔ چونکہ وہ خود بوزغا ہو گیا تھا۔ اس لیے اپنے شاگرد رشید ڈیلا نکل (F. Delance) سے اس نے ایک ”ہندستانی فرانسیسی اور فرانسیسی ہندستانی لغت“ تیار کرنے کی فرمائش کی۔ اور خود اس کام کی شروع سے آخر تک نگرانی کرتا رہا۔ یہ اعلیٰ درجے کا کارنامہ بھی سنہ ۱۸۷۶ع میں شایع ہوا۔

ان دو اہم کتابوں کی اشاعت کے کچھ عرصہ بعد ہی دتاسی نے مہرامن کی ”باغ و بہار“ کا فرانسیسی ترجمہ شروع کیا جو سنہ ۱۸۷۸ء میں اُس کی وفات سے چلند مہینہ پہلے چھپ کر نکلا۔ لیکن یہ کتاب دتاسی کا آخری کار نامہ نہیں تھی۔ اس کی آخری کوشش ”مسلمانوں کے نام اور خطاب“ کے نام سے شایع ہوئی اس کتاب کا موضوع بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ فرانسیسی محقق اپنی آخری عمر میں اسلام اور مسلمان پر کام کرنے میں مشغول تھا۔ اور اسلامی تصوف کا وہ ذوق جس نے بچیس تیس برس کی عمر میں اس کو اسلامی زبانوں کی تحصیل کی طرف متوجہ کیا تھا، چوراسی برس کی عمر میں یہ عملہ سنہ ۱۸۷۸ء تک اس سے کام کراتا رہا۔

دتاسی ایک آن توک محکمت کرنے والا انسان تھا۔ اس کی ساری عمر بڑے خلوص علمی خدمت میں گذری۔ فرانسیسی زبان میں ہندستانی کے متعلق اس نے جو معلومات منقول کی ہیں انہی معلومات ہماری زبان کی نسبت خود انگریزی میں بھی اب تک موجود نہیں۔ حالانکہ اس وقت تک کئی انگریز علماء اس موضوع پر کام کرتے رہے ہیں اور انہیں دتاسی کے مقابلے میں ہر طرح کی سہولتیں بھی حاصل رہیں۔

دتاسی نے ایک کامیاب زندگی بسر کی۔ خوش قسمتی سے اس کے زمانہ نے بھی اس کی وسعت معلومات اور غیر معمولی لیاقت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ اور اس کی محکمتوں کے بار آور ہونے لگے ہر طرح امداد پہونچائی۔

فرانس میں اس کی کماحقہ عزت افزائی ہوئی۔ نہ صرف انسٹیٹیوٹ دی فرانس جیسی رفیع الشان مجلس کا وہ رکن بلایا گیا بلکہ ”شیوالیر دلا لیژرون دانر“ (Chevaliar de la Legion

(d'honneur.) جیسا اعلیٰ رتبہ بھی اس کو حاصل ہوا۔ دوسرے ملکوں سے

اس کو جو خطابات عطا ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے :—

۱ - پرتگال -

“Commandeur del' ordra de saint jaques du Portugal”

۲ - سویڈن -

“Chevalier de l' E. toile Polaire de Suede”

۳ - ہندستان -

Knight of the Imperial order of the star of India”

ان ڈگریوں اور سہاسی ہمت افزائیوں کے علاوہ دناسی کی حقیقی علمی قدر و منزلت اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ وہ پیرس کی مشہور ایشیائیک سوسائٹی کا نہ صرف بانی تھا بلکہ آخر میں اس کا صدر بھی منتخب ہوا تھا۔ سینٹ پیٹرس برگ، برلن، ویانا، فلارنس، اسپال وغیرہ جیسے اہم مقامات اور دارالحکومتوں کی مشہور علمی اکیڈمیوں اور مجالس اعلیٰ کا مصروف رکن ہونے کے علاوہ دناسی لندن، کلکتہ اور بمبئی کی ایشیائیک سوسائٹیوں کا بھی اعزازی رکن تھا۔

لہکن ان تمام اعزازات اور رتبوں کے باوجود گارسان دناسی ایک مذکور مزاج اور سادہ طبیعت آدمی تھا۔ اس کی وفات کے بعد اکیڈمی کے صدر نے اس کے اوصاف میں جو تقریر لکھی اور جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ اس کے چند اقتباسات کا ترجمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے دناسی کے اخلاق و عادات پر روشنی پڑتی ہے۔

”گذشتہ چہار شدہ کو موسیو گارسان دناسی کا جنازہ اُٹھایا گیا

ان کی خواہش کے مطابق جس کو انہوں نے باضابطہ ظاہر کیا تھا، اکیڈمی سرکاری طور پر ان کے جنازہ کے ہمراہی کے لیے شریک نہیں ہوئی یہ بتدییست دوستوں کے تھا جو ہم نے ان کے جنازہ کے ہمراہی کی

لاش مارسیلز کو روانہ کی گئی اور کوئی تقریر نہیں کی گئی۔ اس لیے اب اجازت دیجیے کہ اپنے کہوئے ہوئے درست کو الوداع کہوں۔

.....
 ان کی شہرت ہندستان میں فرانس سے زیادہ تھی۔ ہندستانی صحیفوں میں ان کی تصویریں چھپیں اور نثر و نظم میں اس مغربی تلمیذ نگار کی مدح میں گیت گائے گئے۔

.....
 گارسان دتاسی کا نام ایک آن تھک کام کرنے والے، ایک پختہ مستشرق کی حیثیت سے ہمیشہ یادگار رہے گا۔ لیکن جس چیز کی ہم (جو انہیں جانتے تھے) تعریف کرنے پر مجبور ہیں وہ ان کے اخلاق، نرم دلی اور ناقابل قبول انکسار ہے وہ دوسروں کے مقابلے میں خود کو چھوٹا سمجھنے کے لیے ہمیشہ تیار تھے۔ وہ علم سے سوائے اس کی خدمت کے اور کسی بات کے طلبگار نہ تھے۔

اپنے آبا و اجداد کے مذہب عیسائیت کے وہ پورے معتقد تھے اور صبر و رضا کے ساتھ انتقال کیا۔“

گارسان دتاسی کے کتب خانے کے قلمی دستوں
 کی فہرست

دکنی مخطوطے

۱۔ قصص الانبیاء—محمد بن حسن الدیلوری التحفنی کی فارسی کتاب
 در قصص الانبیاء کا دکنی ترجمہ از عبدالصمد عبدالوہاب خان ابن نصرت
 خان اصل فارسی کتاب سلہی کی عربی قصص الانبیاء کا ترجمہ تھی۔
 خوبصورت مخطوطہ۔ نظام آباد یا ارکات (تحصیل محمد پور)

میں سنہ ۱۲۳۳ھ (م ۱۸۱۷ء - ۱۸۱۸ء) نقل کیا گیا - ۲۱۱ ورق - کتلاگ
نمبر ۲۷۸۵ -

۲ - خزانۃ عبادت—طویل مثنوی مصنفہ شاہ محمد قادری سنہ
تصنیف ۱۱۹۹ھ (م ۱۷۸۳ء) دکنی مسلمان اس کتاب کی بہت عزت
کرتے ہیں۔

مخطوطہ خوبصورت نستعلیق میں ۴ شہر مدراس میں
سنہ ۱۸۳۸ء میں نقل کیا گیا - کاتب غلام قادر - گارسان دتاسی کو یہ
نسخہ پانڈیچری کے موسیو اے سکے (M. E. Sice) نے دیا تھا - ۲۸۷
ورق کتلاگ نمبر ۲۷۸۶ -

۳ - قصہ فیروز شاہ—مصنفہ محمد عاجز دکنی مصنف لعل
و گوہر - یہ مخطوطہ فورت ولیم کالج کلکتہ کی ملکیت رہ چکا تھا -
کتلاگ نمبر ۲۸۰۳ -

۴ - قصہ پینمبران—ملا محمد باقر مجلسی کی فارسی کتاب
”حیات القلوب“ کا اردو ترجمہ - از ولی محمد بن حافظ میران -
مخطوطہ پانڈیچری میں نقل کیا گیا - خط خوبصورت، کتلاگ
نمبر ۲۷۸۴ -

۵ - دیوان ولی شاہ محمد ولی اللہ - جہاں جہاں سمجھہ میں
نہیں آیا - یا جہاں الفاظ متروک نظر آئے کاتب نے وہاں اپنے زمانے کے
الفاظ داخل کر دیے ہیں - اس کے علاوہ اکثر دفعہ اُس نے غالباً اپنے اشعار
داخل کر کے اُس میں ولی سے منسوب کر دیا ہے - ۱۸۲ صفحات - (اُس
مخطوطہ کا نام دتاسی نے دیوان ولی مخطوطہ امی (M. E.) رکھا تھا -
کتلاگ نمبر ۲۸۲۱ -

۶ - دیوان ولی - یہ مخطوطہ گارسان دتاسی کے مخطوطات دیوان
ولی میں سب سے زیادہ مکمل، صحیح، قدیم، اور قابل وثوق ہے -

اسی کے مطابق دتاسی نے اپنا دیوان ولی مرتب کیا تھا - اس کا نام
مخطوطہ نمبر ۱ (M. A.) تھا - اس کا کاتب غالباً سمجھدار اور محتاط
آدمی ہوگا - ۱۲۵ ورق - کتلاگ نمبر ۲۸۲۲ -

۷ - دیوان ولی - مخطوطہ د (M. D.) قدیم و نہایت صحیح -
لیکن کاتب نے وہ اشعار چھوڑ دیے جن کو وہ سمجھ نہ سکا - یہ مخطوطہ
متوفی ڈبلیو پرائس کی ملکیت تھا - اور اسی سے اس متشرق نے اپنی
”ہندستانی گرامر“ میں تین غزلیں منتخب کر کے شائع کی ہیں -
۲۷۰ ورق - کتلاگ نمبر ۲۸۲۳ -

۸ - دیوان ولی - مخطوطہ سی (M. C.) مورخہ ۲۶ سنہ ۵۲۲ھ
جلوس محمد شاہ - لکھا نہیں کہ کس شہر میں، لیکن ظاہر کرتی
ہے کہ شمالی ہند میں نقل کیا گیا - ۲۰۲ ورق - کتلاگ نمبر ۲۸۲۴ -
۹ - دیوان ولی - مخطوطہ ایف (M. F.) نہایت اچھا
نسخہ - خوبصورت تحریر لیکن نا مکمل - صرف ردیف (و) تک کی
غزلیں شامل ہیں - یہ مخطوطہ جے - ڈبلیو رسل (J. W. Russel)
کی ملکیت رہ چکا تھا - اور دتاسی کو - شہر متشرق شکسپیئر نے دیا تھا -
۱۲۶ صفحات - کتلاگ نمبر ۲۸۲۵ -

۱۰ - دیوان ولی - مغل شاہدشاہ محمد شاہ کے کتب خانے کی
ملکیت - تیس تحریر، صحیح اور بغیر تغیر و تبدل کے ۲۳۱۰ صفحات -
کتلاگ نمبر ۲۸۲۶ -

۱۱ - دیوان ولی - مخطوطہ جی (M. G.) مکمل اور بہت
اچھی حالت میں - بغیر تاریخ کتلاگ نمبر ۲۸۲۷ -

۱۲ - دیوان ولی - مخطوطہ آئی (M. I.) ایس لی پریسان
(S. Lee Paraisson) کی ملکیت مورخہ سنہ ۱۱۸۰ع مکمل - لیکن
بعض جگہ غلط، کتلاگ نمبر ۲۸۲۸ -

۱۳ - دیوان ولی - مورخہ سنہ ۱۷۸۰ع - کیتان فولیس (Faules) کی فرمائش پر نقل کیا گیا تھا - نہایت صاف لکھا ہوا اور مکمل -
۲۵۷ صفحات و کتلاگ ۲۸۸۹ -

۱۴ - دیوان ولی - خود گارساں دتاسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ اس سے کلیات ولی سنہ ۱۸۳۲ع میں شایع کیا گیا - کتلاگ نمبر ۲۸۳۰ -

۱۵ - رسالہ نوحید یا کتاب التصوف - صوفیانہ موضوع پر دکنی زبان کی ایک مشہور نظم ، ۹۰۹ اوراق ، کتلاگ نمبر ۲۸۳۵ -

۱۶ - توتی نامہ - بخششی کی کتاب کا دکنی نظم میں ترجمہ از مولانا غواصی - نسخہ نہایت قدیم اور خوبصورت خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے - حمد و نعمت کے بعد ایک فصل چار صنعتے کی سلطان عبداللہ قطب شاہ کی مدح میں لکھی گئی ہے - ۲۰۰ صفحات کتلاگ نمبر ۲۸۳۹ -

۱۷ - لعل و گوہر از متعدد عاجز دکنی - ایک خوبصورت مجموعہ میں شامل ہے - آخر میں سحرالبیان بھی نقل کی گئی ہے - کتلاگ نمبر ۲۸۹۲ -

۱۸ - قصہ لعل و گوہر - از متعدد عاجز دکنی - ایک مجموعہ میں شامل ہے - جس میں مفرح القلوب ترجمہ ہترپدیش بھی منقول ہے - کتلاگ نمبر ۲۸۹۳ -

۱۹ - پلنچھی باچھا - ملحق الطیر فریدالدین عطار کا دکنی ترجمہ از وحیدالدین - مصنفہ سنہ ۱۱۲۲ (۱۷۱۲ - ۱۷۱۳ع) یہ مخطوطہ پانڈیپجری کے موسیو سکے کی ملکیت رہ چکا تھا - اور نظام حیدر آباد کے کتب خانے سے نقل کیا گیا تھا - ۱۷۶ اوراق کتلاگ نمبر ۲۸۹۷ -

۲۰ - معراج نامہ - از سید بلاقی دکنی - مکتوبہ سنہ ۱۲۱۹ھ
 (۱۸۰۳ - ۱۸۰۵ع) کاتب شیخ احمد نے نظم کے آخر میں اپنی پسند
 کے اور شعر اضافہ کیے ہیں۔ یہ کتاب ایک مجموعہ میں شامل ہے۔
 جس میں ۱۳ متفرق مثنویاں اور غزلیں ہیں۔ کتلاگ نمبر ۲۸۶۹ -

۲۱ - تزویج بی بی فاطمہ - از بلاقی یا نظام الدین یہ کتاب بھی
 متذکرہ بالا مجموعہ میں شامل ہے۔

۲۲ - کھوپری نامہ از نظام الدین دکنی - یسوع مسیح کا ایک
 قصہ۔ یہ بھی متذکرہ مجموعہ میں شامل ہے۔ ہیر بلوت (D, Herbelot)
 نے ایک کتاب قصۃ الجمعہ کا ذکر کیا ہے۔ جس میں یہی قصہ بیان
 کیا گیا ہے۔

۲۳ - قصہ دحیا کبلی - ایک صحابی کا قصہ - تہیت دکنی
 زبان میں از عبیدی یا عابدی آخر میں دو قصیدے بھی ہیں۔
 مکتوبہ سنہ ۱۲۲۱ھ ۱۳ صفحات، یہ بھی متذکرہ مجموعہ میں
 شامل ہے۔

۲۴ - مروی کے احوال، یا مروی احوال سے ۸ صفحات کی
 مثنوی جس کو دتاسی نے وحید دکنی کے نام سے منسوب کیا ہے۔ متذکرہ
 مجموعہ میں۔

۲۵ - قصہ حضرت علی سیل - وحیدی دکنی مصلفہ ۱۲۱۸ھ
 اس کا اصل نام غالباً وہی ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانے کے نسخے
 پر لکھا ہے۔ یعنی قصہ در احوال جان محمد حنیف مکتوبہ ۱۲۱۸ھ
 ۳۷ صفحات متذکرہ مجموعہ میں۔

۲۶ - مجلس طفلی - یہ غالباً مرثیہ ہے ۲۳ صفحات - غم نامی
 شاعر سے منسوب ہے۔ جس کے متعلق کوئی معلومات نہیں۔ متذکرہ
 مجموعہ میں۔

- ۲۷ - قصہ چندر بدن و ماہیار - از میر حیدر شاہ دکنی ۳۱ صفحات -
 اس کا ایک نسخہ چندری لال حیدرآباد کے کتب خانے میں تھا - متذکرہ
 مجموعہ میں -
- ۲۸ - تولد نامہ خاتون جلت - مثنوی ۵۱ صفحات - نام مصنف
 نا معلوم متذکرہ مجموعہ میں -
- ۲۹ - وفات نامہ خاتون جلت - نظم ۱۵۰ صفحات ۴ نام مصنف
 نا معلوم متذکرہ مجموعہ میں -
- ۳۰ - قصہ ملکہ بادشاہ - نظم از محمد پیر دکنی - مصنف
 کہتا ہے کہ یہ کتاب فارسی کا ترجمہ ہے - در اصل اس یونانی ملکہ کا
 قصہ فارسی میں بھی موجود ہے جس کا ایک نسخہ پیرس کے قومی کتب
 خانے میں محفوظ ہے - ۳۲ صفحات ۴ متذکرہ مجموعہ میں -
- ۳۱ - قصہ دولی نامہ - مثنوی از شاہ محمد زمان یار دکنی
 ۱۹ صفحات متذکرہ مجموعہ میں -
- ۳۲ - قصہ ابوالفیض نوری - نظم نہایت دلچسپ قصہ ہے - از
 خانی دکنی - ۳۰ صفحات متذکرہ مجموعہ میں -
- ۳۳ - قصہ ماہ ملور سوداگر بچہ و شمشاد بانو دختر فرنگی -
 از دیدار دکنی نامکمل نسخہ ۲۲ صفحات ایک مجموعہ میں شامل
 ہے جس میں قصہ رضوان شاہ فایز بھی داخل ہے کتلاگ نمبر ۲۸۷۰ -
- ۳۴ - قصہ رضوان شاہ از فایز دکنی سنہ ۱۶۸۳ع اشک نے اسی
 مضمون پر ایک قصہ نثر میں لکھا ہے - ۲۰۲ صفحات متذکرہ مجموعہ -
- ۳۵ - قصہ شیخ زا (ضیا ؟) دکنی میں ایک چھوٹی سی سولیانہ
 مثنوی - بجز رمل میں لکھی گئی ہے نسخہ نہایت بے احتیاطی سے
 نقل کیا گیا ہے - اور مارسل کے کتب خانے کی ملکیت ہے جو قومی
 کتب خانے کا ناظم تھا - کتلاگ نمبر ۲۸۷۲ -

- ۳۶ - گلشن عشق - از نصرتی دکنی (۱۶۵۸) یہ نسخہ لیڈن کی ملکیت رہ چکا تھا - مورخہ سنہ ۱۷۵۸ع - از خط رمز علی چشتی ۳۶۸ صفحات کتلاگ نمبر ۲۸۷۶ -
- ۳۷ - کریما - پندنامہ سعدی فارسی معہ ترجمہ بڑبان دکنی اردو ۳۳ صفحات - کتلاگ نمبر ۲۸۸۸ -
- ۳۸ - جنگ نامہ سہراب و رستم - شالانامہ کے ایک حصہ کا ترجمہ از ملشی کاظم الدین دکنی - سر ریوس شمئی ہوتن کی ملکیت ۲۵۰ ورق - کتلاگ نمبر ۲۸۹۱ -
- ۳۹ - ترجمہ انوار سہیلی - بڑبان دکنی - نام مصنف نامعلوم - خوبصورت مخطوطہ مورخہ سنہ ۱۱۷۹ھ (۱۷۰۵ع) آدم کلارک کی ملکیت کتلاگ نمبر ۲۸۹۲ -
- ۴۰ - ترجمہ انوار سہیلی - نہایت خوشخط نسخہ - ہدری چنڈلر (Henry Chandler) کی ملکیت - حاشیہ پر انگریزی میں نوٹ ہیں - ۱۸۰ اوراق کتلاگ نمبر ۲۸۹۳
- ۴۱ - دکنی غزلیں - چھوٹا خوبصورت مخطوطہ - دتاسی کو موسیو اس سیکے (M. F. Sice) نے دیا تھا - کتلاگ نمبر ۲۹۱۳ -
- ۴۲ - ایک دکنی قصہ - دتاسی کے ہاتھ کا نقل کیا ہوا - ۵۱ صفحات کتلاگ نمبر ۲۹۱۵ -
- ۴۳ - ایک دکنی قصہ - دتاسی کے ہاتھ کا نقل کیا ہوا - نام مصنف نامعلوم کتلاگ نمبر ۲۹۱۷ -
- ۴۴ - ایک دکنی قصہ - دتاسی کے ہاتھ کا نقل کیا ہوا - متذکرہ بالا قصہ کے ساتھ شامل ہے -

قلمی اردو تذکرے

۱ - تذکرہ فتح علی حسینی گردیزی - ۱۱۵۳ھ (م ۱۷۴۰ - ۱۷۴۱ع) نے شمال اور دکن کے سو شاعروں کے حالات - کپتان ترویر (Troyer) نے تہیو سلطان کے ایک مخطوطہ سے نقل کیا - خوشخط - ۱۷۰ صفحات - اس کی اور نقلیں ایسٹ انڈیا ہاؤس - اوسلے (Ousley) کلکشن اور کتب خانہ وزیر نظام میں موجود ہیں کتلاگ نمبر ۲۹۴۱ -

۲ - تذکرہ شعراے ہندی از غلام ہمدانی مصحفی (۱۷۶۰ - ۱۸۱۵ع) محمد شاہ کے عہد (۱۷۱۰ع) سے سنہ ۱۷۸۳ع تک کے شاعروں کے حالات و صورت ولیم کے کتب خانے سے یہ نسخہ سنہ ۱۸۳۱ع میں نقل کیا گیا - ۱۵۲ صفحات کتلاگ نمبر ۲۹۳۸ -

۳ - گلزار ابراہیم - تین سو ہندستانی شاعروں کا تذکرہ و مصنفہ علی ابراہیم امین الدولہ ناصر جنگ یہ کام سنہ ۱۷۷۲ع میں شروع کیا گیا اور ۱۷۸۳ع میں ختم ہوا - خط نسخ میں نہایت احتیاط کے ساتھ موسیو ترویر نے گارساں دتاسی کے لیے نقل کیا - کتلاگ نمبر ۲۸۱۰ -

۴ - گلزار ابراہیم - از علی ابراہیم - خوبصورت نستعلیق میں یہ نسخہ ٹرنر ماکن (Turner Macan) ایڈیٹر "شاہ نامہ" کی ملکیت رہ چکا تھا - ۳۵۱ زورق کتلاگ نمبر ۲۸۱۱ -

۵ - گلشن ہند - از مرزا علی لطف فرزند کاظم بیگ خاں مورخہ ۱۲۱۵ھ (م ۱۸۰۰ - ۱۸۰۱ع) لطف نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اُس نے اپنے کام کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے - صرف پہلا حصہ جو ساتھ بڑے شاعروں پر مشتمل ہے مکمل ہے - دوسرا ختم نہیں ہوا -

سید ذوالفقار علی تجلی نے بتاریخ ۱۲۲۳ھ (م ۱۸۳۷ - ۱۸۳۸ع) وزیر نظام حیدرآباد کے نسخے سے نقل کیا - دتاسی کو کرنل سیٹھووارڈ

- (Steward) نے تھکنہ دیا تھا - ۲۴۰۰ صفحات ، کتلاگ نمبر ۲۸۰۷ -
- ۶ — مجموعہ نغز - از ابوالقاسم دہلوی (۱۸۰۶ - ۱۸۰۷) تقریباً آٹھ سو شاعروں کے حالات لکھے ہیں ، نہایت خوشخط منخطوطہ - ۹۱۸ اوراق ، کتلاگ نمبر ۲۹۳۷ -
- ۷ — عمدہ منتخبہ - از مہر محمد خان اعظم الدولہ سرور ابن نواب ابوالقاسم مظفر خان بہادر بارہ سو شاعروں کے حالات - ۱۲۲۱ ھ (م ۱۸۰۶ - ۲۸۰۷ ع) نواب حسین علی خان بہادر نے ۱۸۳۹ ع میں نقل کیا - ۷۴۲ صفحات ، کتلاگ نمبر ۱۹۳۹ -
- ۸ — دیوان چہان - انتخاب کلام شعرائے ہند ، از بھلی نرائین لاہوری ۱۸۱۳ ع - ٹی روبک (T. Robake) کے مشورے پر یہ کام کیا گیا مکتوبہ ۱۸۳۲ ع کتلاگ نمبر ۲۸۰۸ -
- ۹ — گلشن بے خار ، از محمد مصطفیٰ شینتہ مصنفہ ۱۲۴۸ - ۱۲۵۰ ھ (م ۱۸۳۲ - ۱۸۳۳) چھ سو شاعروں کے حالات - یہ کتاب دہلی میں ۱۷۳۵ ع میں شائع ہوئی - یہ منخطوطہ ۱۸۳۵ ع میں نہایت احتیاط کے ساتھ لکھا گیا ، دتاسی کومٹوفی بوتدوس دہلوی (نے دیا تھا - کتلاگ نمبر ۲۹۴۰ -
- ۱۰ — نسخہ دلکشا - یہ کتاب بابو راجندر لال متھرا کے تذکرہ شعراء کا دوسرا حصہ ہے پہلا حصہ کلکتہ میں ۱۸۷۰ ع میں شائع ہوا - ۱۱۰ صفحات جس میں ہندستانی مصنفین پر ۵۸۷ مضامین ہیں ، یہ دوسرا حصہ ان شعراء سے متعلق ہے جن کے نام حرف ک سے شروع ہوتے ہیں - بہت ہی خوبصورت منخطوطہ - کتلاگ نمبر ۲۸۰۹ -

۱۱ — گلدستہ چھدری ، مصنفہ چھدر بخش حیدری مصنف توتا کہانی - یہ کتاب چھدری کی حسب ذیل تین کتابوں کا مجموعہ

ہے :- ۱ - مجموعہ نوارینج و سوانح : (۱) - دیوان - (۳) - شعراے ہندستانی کا تذکرہ -

یہ تیسری کتاب اگر چہ ترتیب کے لحاظ سے اچھی ہے ، لیکن مصنف نے اسے تکمیل کو نہیں پہنچایا مخطوطہ نہایت اچھی حالت میں ہے ، اور خوشخط نستعلیق میں لکھا گیا ہے - ۳۶۳ ورق کتلاگ - ۲۸۱۲ -

اہم ہندستانی کتب خانوں کے مخطوطے

اس ضمیمے میں دتاسی کے اُن اردو مخطوطوں کی فہرست درج ہے - جو ہندستان کے قابل ذکر کتب خانوں یا اشخاص کی ملکیت تھی اور جو یا تو بحسبہ دتاسی کے یہاں پہنچ گئیں یا جن کی نقلیں نہایت اہتمام کے ساتھ تیار کی گئی تھیں -

۱- محمد شاہ کا شہنشاہی کتب خانہ دہلی :-

دہ دیوان ولی اورنگ آبادی : اصلی درجہ کا خط - صحیح ، اور بغیر تغیر و تبدل کے ۲۳۲ صفحات (۲۸۲۹) یہ شاہی کتب خانے کا اصلی نسخہ ہے -

۲- حضور نظام حیدرآباد کا کتب خانہ :-

دہ پندرہویں باچھا ، منطق الطیر کا دکنی ترجمہ از وجیہ الدین مصنف ۱۱۲۲ھ - ۱۷۶۹ اردات نظام حیدرآباد کے کتب خانے سے غالباً مرسو سکے نے نقل کرایا (۱۸۶۷) -

۳- حضور نظام کے زیر کا کتب خانہ :-

الف- دہ دیوان افسوس : میر شیر علی افسوس کا اردو دیوان شروع میں ایک فارسی مقدمہ ہے جس میں مصنف کی سوانح صریح لکھی ہے - خوبصورت مخطوطہ - ۳۲۲

صنعتات فی صفحہ ۱۵ سطر ۴ یہ وزیر نظام حیدرآباد کے کتب خانے کا اصلی نسخہ ہے - (۱۸۱۶) -

ب۔۔ گلشن ہند ۴۴ از مرزا لطف مورخہ ۲۱۵: ۵ کانپ سید ذوالفقار علی تجلی بتاریخ ۱۲۳۳ھ - غالباً کرنل استیوارڈ نے وزیر نظام کے نسخے سے نقل کرایا - اور دناسی کو بطور تحفہ پیش کیا ۴۴۰۰۰۰ صنعتات (۲۸۰۷)

۳۔۔ تیپو سلطان بادشاہ میسور کا کتب خانہ :۔

۴۴ تذکرہ گرویزی ۴۴ از فتح علی حسینی ۱۱۵۳ھ - کپتان ترویر نے تیپو سلطان کے ایک نسخے سے نقل کرایا ، خوشخط ، ۱۷۰ صنعتات ، اس کتاب کا ایک ایک نسخہ وزیر نظام حیدرآباد کے کتب خانے اور اُس کے کلکشن میں بھی موجود ہے (۲۹۳۱) -

۵۔۔ مہاراجہ کالی کرشنا بہادر کے مخطوطہ :۔

الف ۴۴ قصہ کا مروپ ۴۴ از تحسین الدین ، کانپ لکھتا ہے کہ وہ اس کو ۲۷ اگھن (نومبر - دسمبر) کو ختم کرتا ہے ، مگر سنہ نہیں لکھا ہے - یہ نسخہ خود مہاراجہ نے دناسی کو تحفہ دیا تھا -

ب۔۔ مصدر فیوض ۴۴ اسی نام سے کتاب کا سنہ تصنیف بھی نکلنا ہے ، از نذیرالدین حسن شیخ قریشی ۱۸۱۵ع - مصنف لکھتا ہے کہ یہ کتاب بریلی کے فارسی سیکھنے والوں کے لئے نواب احمد یار خان ابن محمد ذوالفقار کی فرمائش پر لکھی گئی ، مہاراجہ کالی کرشنا کے لیے سید محمد علی صاحب نے ۱۸۲۹ع میں نقل کیا - ۲۲۲ صنعتات ، یہ مہاراجہ کا اصل مخطوطہ ہے (۲۹۰۳) -

۶۔۔ کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی بمبائل :۔

۴۴ ترجمہ تاریخ آسام ۴۴ ترجمہ مہر بہادر علی حسینی (۱۸۰۵ع)

ایشاتک سوسائٹی بلگال کے مخطوطہ سے پرنسپ نے نقل کرایا

اور دتاسی کو تحفہ دیا (۲۸۰۵)۔

۷— فورت ولیم کالج کا کتب خانہ:—

الف — ”قصہ فیروز شاہ عاجز دکنی“ (دیکھو دکنی مخطوطے)

یہ اصل مخطوطہ فورت ولیم کے کتب خانہ میں تھا۔ نہ

معلوم دتاسی کے یہاں کسی طرح پہنچ گیا (۲۸۰۴)۔

ب — ”قصہ کامروپ“ از تحسین الدین، موسیو ترویر سکرپٹری

ہڈو کالج کلکتہ نے نہایت اہتمام کے ساتھ کتب خانے

فورت ولیم کے ایک نایاب نسخے سے نقل کرایا (۲۸۵۳)۔

ج — ”قصہ یرسفا زلیخا“ از محمد امین دکنی (دیکھو

دکنی مخطوطے) یہ مخطوطہ بھی ترویر کی فرمائش پر فورت

ولیم کے اصل مخطوطے سے نہایت خوشخط نقل کیا گیا۔

۲۹۹ صفحات (۲۸۸۱)۔

د — ”تذکرہ ہڈی“ از شیخ غلام ہمدانی مصحفی (دیکھو

دتاسی کے اردو تذکرے) یہ نسخہ فورت ولیم کے کتب خانے

کے مخطوطے سے ۱۸۳۲ ع میں نقل کیا گیا۔ ۱۵۴ صفحات

(۱۹۳۸)۔

یورپین مسٹشرقین اور دیگر اشخاص

اس ضمیمے میں اُن یورپی افراد کی تفصیلی فہرست پیش کی

گئی ہے جنہوں نے اپنے اردو مخطوطے گارساں دتاسی کو بطور تحفہ نذر

کئے یا جن کے کتب خانوں کے مخطوطے دتاسی نے خریدے تھے۔

ہر شخص کے نام کے آگے اُس کے مخطوطوں کا بھی ذکر کر دیا گیا

ہے تاکہ آئندہ اس ضمن میں تحقیقات کرنے والوں کو مدد مل سکے۔

اشخاص کے نام انگریزی حروف تہجی کے مطابق سلسلہ وار لکھے گئے ہیں اور توسیع میں ان اردو منخطوطوں کے کنلاگ، نمبر دے گئے ہیں جن کے ذکر کے سلسلے میں فہرست کتب خانہ دتاسی میں ان کا نام آیا ہے۔

۱۔ آرنت (Sardar Arant) اسات لیلند کا مستشرق کا ترجمہ
گنج خوبی " از میر امن ۱۹۰۲ ع (۲۸۳۳)

۲۔ بلند (K. Bhand) " کلیات سودا " مورخہ ۱۷۹۰ ع
(۲۸۱۷)۔

۳۔ چینڈلر (Henry Chandler) " ترجمہ انوار سہیلی
دکنی " (۲۸۹۳)۔

۴۔ کلرک (Adam Clarke) " ترجمہ انوار سہیلی دکنی " مورخہ ۱۷۷۹ھ (۲۸۹۲)۔

۵۔ فلکونر (W. Falconer)

(۱)۔ " دیوان شاہ رکن الدین عشق دہلوی (۲۸۱۵)

(۲)۔ " قصہ مہر و ماہ " از منشی غلام اکی (Aki) (۲۸۷۵)

۶۔ فاربس (D. Farbus)۔

(۱)۔ " حیدر نامہ " مورخہ ۱۱۲۲ھ (۲۷۹۹)۔

(۲)۔ " تولد نامہ " مثنوی شیخ غلام محی الدین زشت

منگل پوری مورخہ ۱۱۱۹ھ مکتوبہ مصنف (۲۸۳۱)۔

(۳)۔ " خیابان ریحاں " از ریحان الدین بغال (۱۸۹۷-۱۸۹۸ع)

(۲۸۷۹)۔

(۴)۔ " ملتخبات اردو " از میر افضل علی سنہ ۱۸۳۰ع (۲۹۰۰)۔

(۵)۔ " مخزن الامثال " از محمّد علی سنہانی (۲۸۹۹)۔

۷۔ فریزر (J. Fraser) مشہور سیاح ایران کے بھائی۔

”مجموع داستان“ از حکیم حکومت راجے سنہ ۱۲۳۳ زع مکتوبہ مصنف (۲۸۳۳)۔

۸ - ڈکٹرائسٹ (Dr. Gilchrist) ”قصہ کامروپ“ از گڈدن لال

لاہوری - مکتوبہ مصنف (۲۸۵)۔

۹ - ہوتن (Sir Channez Haughton) ”دیوان ولا“ از مرزا

لطف علی دہلوی (۲۸۲)۔

(۲) - ”جنگ نامہ سپہراب و دستم“ از منشی کاظم الدین دکنی

(۲۸۹)۔

۱۰ - لیس (Nessen Lees) (۱) - ”مرثیہ اول رزمہ“ از سید

آفاحسن موسوی امانت دہلوی (۲۸۳)۔

(۲) - ”چار مرثیہ“ از مرزا سلامت عی دیر لکھنوی (۲۸۳۲)۔

۱۱ - ماکن (Turner Macon) ایڈیٹر شاہ نامہ -

(۱) - ”ڈکٹزار ابراہیم“ از علی ابراہیم خان (۲۸۱۱)۔

(۲) - ”کلیات جرات“ از قلندر بخش (۲۸۱۲)۔

۱۲ - مارسل (Merzel) بیلویو نک نیشونل کاتڈرکٹر - ”قصہ شیخ

ضیاء“ دکنی مثنوی (۲۸۷۳)۔

۱۳ - پریسان (S. Lee Paraisant) - ”دیوان ولی“ مورخہ

سنہ ۱۸۱۸ع (۲۸۲۸)۔

۱۴ - پرائس (W. Price) - مصنف ہندستانی گرامر ”دیوان

ولی“ مخطوطہ ”د“ (۲۸۲۳)۔

۱۵ - پرنسپ - (Prinsip) - ”تاریخ شیر شاہ“ مترجمہ

مظہر علی خان ولا، سنہ ۱۸۰۵ع - (۲۸۰۲)۔

۱۶ - رویک (F. Roebuck) اسی مستشرق کے مشورے پر بیلی نارائن

لاہوری نے اپنے انتخاب دیوان چہان کا کام تکمیل کو پہنچایا - ”کلیات

قلندر بخش جرات“ مورخہ سنہ ۱۸۰۸ع (۲۸۱۲)۔

۱۷ - رومر - (Romer) - "قصہ مادھو نل" از مرزا لطف علی ولا
سنہ ۱۲۱۵ (۱۸۷۱) -

۱۸ - رسل - (J. W. Russel) - "دیوان ولی" مخطوطہ ف - (۲۸۲۵) -

۱۹ - شکسپیر - (G. Shakespeare) - "نو طرز مرصع چہار

درویش" از میر محمد عطا حسین تکسین مورخہ سنہ ۱۷۸۸ع (۲۸۶۰) -

(۲) - "دیوان ولی" مخطوطہ ف (۲۸۲۵) -

۲۰ - سکے - (M. E. Sice) متقیم پانڈیچری -

(۱) - "خزانہ عبادت" از شاہ محمد قادری ۱۱۹۹ھ (۲۷۸۹) -

(۲) - "خلاصہ تاریخ نادر شاہ" حیدری کے ترجمہ سے اس کو کوئی

تعلق نہیں (۲۷۹۹) -

(۳) - "پنچھی با چہا" از وجیہ الدین ۱۱۲۳ھ نظام حیدرآباد کے

کتب خانے سے نقل کیا گیا - (۲۸۶۷) -

(۴) - "دکنی غزلیں" (۲۹۱۳) -

۲۱ - یسٹ ویوارڈ - (Col. Steward) - "گلشن ہمد" از مرزا علی

لطف وزیر نظام حیدرآباد کے کتب خانے سے نقل کیا گیا (۲۸۰۷) -

۲۲ - ٹرویئر (Cap. Troyer) سکریٹری کلکتہ ہمدو کالج -

۱ - گلزار ابراہیم - از علی ابراہیم خان خلیل - خود ٹرویئر کا

مکتوبہ (۲۸۱۰) -

(۲) - "قصہ کامروپ" از تکسین الدین - فورٹ ولیم کے کتب

خانے سے ٹرویئر نے نہایت اہتمام سے نقل کرایا (۲۸۵۴) -

(۳) - "قصہ یوسف زلیخا" از ابن دکنی سنہ ۱۶۰۰ع - فورٹ ولیم

کے کتب خانے سے ٹرویئر نے نہایت اہتمام سے نقل کرایا (۲۸۸۱) -

(۴) - "تذکرہ گرویزی" از علی حسین گرویزی سنہ ۱۱۵۳ع - خود

ٹرویئر نے تھوہو سلطان کے ایک مخطوطے سے نقل کیا (۲۹۴۱) -

۲۲۔ وائٹ (Col. Wight)۔ ”مجموعہ کلام ہندوستانی و فارسی“
 از صدرالدین محمد فیض ابن زبردست خان (۲۸۷۸)۔

ان مستشرقین کے علاوہ دس اور یورپی افراد کے نام گارسان دتاسی کے اردو مخطوطوں کے سلسلے میں ہماری نظر سے گذرتے ہیں۔ گو ان کا حسب ذیل تذکرہ بظاہر کوئی اہمیت نہیں رکھتا مگر ممکن ہے کہ کسی وقت تحقیق و تفتیش میں اس سے مدد ملے۔ قوسین میں دتاسی کے ان مخطوطوں کا فہرست نمبر درج ہے جن کے سلسلے میں ان اشخاص کا ذکر آیا ہے۔

۱۔ انڈرسن (James Anderson) اور گلاڈون نے ملفوظات جہانگیری کے انتخابات کئے تھے (۲۷۹۷)۔

۲۔ بوتروس (F. Boutros) پرنسپل دہلی کالج۔ اس شخص کی زیر نگرانی مولوی امام بخش صہبائی نے ”حدائق البلاغت“ کا اردو ترجمہ کیا (۱۹۰۱) بوتروس ہی نے دتاسی کے لیے نہایت احتیاط سے اس ترجمہ کا ایک نسخہ لکھوایا۔

اسی بوتروس نے دتاسی کو مصطفیٰ خان شینتہ کا ”تذکرہ گلشن بے خار“ بھی نقل کرا کر تحفہ دیا تھا (۲۹۴۰)۔

۳۔ فولس (Captain Foulcs)۔ اس شخص کی فرمایش پر کلیات ولی سنہ ۱۷۸۰ع میں نقل کیا گیا تھا (۲۸۲۹)۔

۴۔ فرانسس (M. Robert Francis) اس شخص کو تحفہ دیے

کے لیے شاہ حسین خان حقیقت دہلوی نے اپنے قصے ”جذب عشق“ کو ۱۲۱۲ھ (م ۱۷۹۷ - ۱۷۹۸) میں نقل کیا۔ یہ نسخہ اصل کام کی تیسری نقل ہے۔ نقل کرتے وقت مصنف فتح گدہ کیمپ میں تھا۔ اس کتاب میں ایک صحیح واقعہ بیان کیا گیا ہے جو بمقام سارہی

۱۲۰۴ھ (م - ۱۷۸۹ - ۱۷۹۰) گذرا۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۲۱۱ھ
ہے (۲۸۸۳) -

۵—گلاڈون - (Gladuin) نے ”ملفوظات جہانگیری“ کے انتخابات
پیش کئے تھے (۲۷۹۷) -

۶—ہیربلو - (D ' Herbelot) نے ایک کتاب ”قصہ البحرہ“
کا ذکر کیا ہے جس میں وہی قصہ بیان کیا گیا ہے جو نظام الدین
دکنی کی کتاب ”کہوپری نامہ“ میں یسوع مسیح کی نسبت لکھا
گیا ہے (۲۸۹۹ - ۳) -

۷—جونس - (sir William Jones) نے ”تاریخ نادری حیدری“
کا انگریزی میں ترجمہ شایع کیا - (۲۸۰۱) -

۸—لیڈن - (Leydan) - ”گلشن عشق“ نصرتی دکنی
(۱۶۵۸) مورخہ سنہ ۱۷۵۸ اسی شخص کی ملک تھی جو دتاسی نے
حاصل کی - (۲۸۷۹) -

۹—لٹل (Captain Thomas Little.) یہ شخص تیبو سلطان
کی مخالف انگریز فوج میں سردار تھا - اور اسی کی فرمائش پر حیدر
نامہ فارسی کا اردو میں ترجمہ کیا گیا - اس کتاب میں حیدر علی اور تیبو
سلطان کے سوانح و حالات درج ہیں - مورخہ ۱۲۲۰ھ (۲۷۹۹) -

۱۰—مونٹ (James Monot) فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں یہ
شخص ہندستانی پروفیسر تھا اور اس نے ”بیتل پتیبسی“ مترجمہ
سری لولو لال کبھی گجراتی اور مظہر علی خان ولا پر نظر ثانی کرنے کے لیے
تھریٹی چرن متراسے فرمائش کی - (۲۸۶۸) -

